بفضل صانع ارض و سما و خلاق مکین و مکان

کتاب لاجواب از تصنیف شاعر شیرین بیان و ناظم یکتائی زبان شفقت حسین عفی عنہ

ابوالمحاسن متخلص شمسی صانہ اللہ عن الشرور والحوادث

مسمے بہ

ریاض شمسی

در ۱۳۱۳ ہجری

باہتمام بلیغ احقر جہان ناچیز محمد علیخان عفی عنہ

در مطبع عزیز دکن واقع چھتہ بازار مقبول جہان شد

طبع اول (۵۰۰) جلد

سنه ۱۳
۱۳ ه
ریاض
شمسی

عرضداشت بخداوند خدایگان والا شان نیر سپہر برج کامگاری قافلہ سالار

میدان جلادت حدیقہ گلشن بختیاری انجمن آرائے بارگاہ جلالت فلک

اقبال مشتری خصال شمس اجلال فرخندہ مآل آصف جاہ نظام الملک مظفر الممالک

فتح جنگ میر محبوب علیخان بہادر فرمانروائے اقلیم دکن ادام اللہ ملکہ

گل گلشن بخت و باغ بہار

قدمبوس ہمت ظفر ہم رکاب

قمر محفل آرا فلک بارگاہ

مشیر اوسکا اقبال و دولہ ذریر

فلک اوج ہمت سے اوسکی خجل

سر سروران عالی تبار

لقب اوسکی شوکت علم آفتاب

کرم سلطنت اور انجم سپاہ

خرد اوسکے ناظم عطارد دبیر

بساط کرم سے زمین منفعل

الٰہی باقبال و جاہ و جلال — سلامت رہے تا صد و بست سال

سر افگندہ خامہ ہے تسلیم مین — مین میم مودب ہون تعظیم مین

پس از دست بستہ یہہ بیہودہ گو — بصد منت و عجز ہے عرض جو

کہ اے کوکب بخت و عشرت قرین — ہوا دام غم مین مین در بر زمین

بس اب سہتے سہتے ستم بیشمار — گیا دل سے ایک بخت صبر و قرار

جگر خون و خون آہ و آہ آگ کی — بہا لیگئے اشک سب روشنی

مین کیا خستہ حالی کرون اب رقم — طریق مصیبت شریک الم

دلِ ناتوان پر پڑا بار سنگ — ہوا قافیہ روز مرہ کا تنگ

زبونی بخت اور قلم سخت ہے — لو قسمت کا مصرع بہی دو لخت ہے

مگر شکر ہے بعد مدت دراز — بامداد طالع ہوا سرفراز

رسائی ہوی بر درِ احتشام — کہ مقبل ہین جس در کے ادنی غلام

یقین ہے کہ بے قصد آئے مراد — کرے بخت تدبیر سے اتحاد

بس اے صاحب عقدِ مشکل کشا — سرافراز ہو جائے یہہ بینوا

پڑی لطف کی اس پہ اب اک نظر | کہ اوقات تا چین سے ہو بسر
ہوا جاتا ہے صبر بے تاب اب | کہ اب انتظاری میں ہوں جان بلب
نہیں بحر افلاس میں کوئی ساتھ | وسیلہ بجز ذات رستم صفات
رہے سایۂ عاطفت میں غلام | دعاگو شہنشاہ کا ہر صبح و شام
الٰہی رکھ اونکو بگنج و حشم | باقبال و دولت بطبل و علم
حوادث زمانے سے بے غم رہے | مظفر و منصور دایم رہے
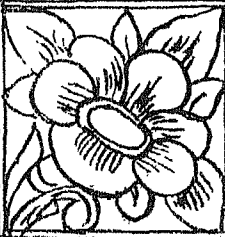
گذارندہ عرضی براز رنج و شین
غمخوار دیرین شفقت حسین
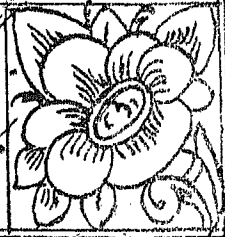
مسدس در مدح خاقان عالی گہر سلطان بحر و بر مسند آرائے تاج و دیہیم
سلطان السلاطین شہنشاہ والاجاہ کیوان بارگاہ انجم سپاہ شاہ شاہان
زمین فرمان روائے اقلیم دکن نظام الملک آصفجاہ میر محبوب علیخان مظفر الممالک
فتح جنگ بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

اے فکرِ رسا ملکِ سخن خسروِ اقلیم
ہو قصرِ خیالی مین بر آمد پئے تعظیم
خامہ ہو بصد عجز سرافگندۂ تسلیم
مضمون مین تخصیص ہو تقریر مین تعمیم

ہو لفظ مرصع سے ادا اندرِ سخن کی
اب بزم مین آمد ہے شہنشاہِ دکن کی

یہ بزم ہو شکِ غیرتِ جمشید بنے آج
ہر ساغرِ مل ساغرِ امید بنے آج
ہر زہرہ جبین صورتِ ناہید بنے آج
ہر بزم نشین مطلعِ خورشید بنے آج

ہر شمع روا اب روشنیِ طور ہو جل کر
تا سنگدل و سخت بنے موم پگل کر
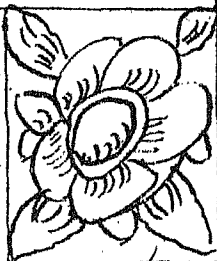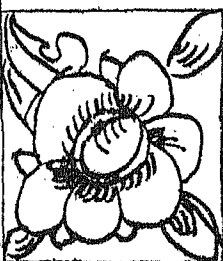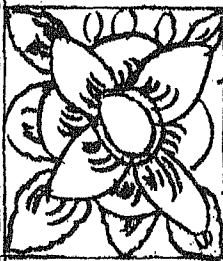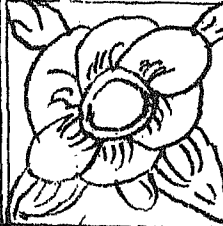
ہان مسندِ عزت پہ ہو خورشیدِ جہانتاب
دستورِ معظم ہو قمرِ دانشِ اعصاب
اور شیخ اکابر بنے برجیسِ اولو الالباب
بہرام سپہ دار ہو پیل رستم و سہراب

سر تا بفلک رایتِ اقبال کھنچا ہو
حیرت مین ہر اک صورتِ تمثال کھڑا ہو

کر طبع رسا سیر گلستان جنان کی
حالت وہ دکھاؤ مین شہنشاہ زمان کی

ہیچون تا شبیہ آج مین فردوس مکان کی
آصف سے کہی ہی شکل سلیمان جہان کی

گذرا نہ خردمند کوئی پیر و جوان ہے
نادر کو طبع اپنا کرے سیف زبان ہے

اس فہم و فراست کا تو انسان نہین ملتا
مفلس نہین ملتا کوئی ذیشان نہین ملتا

انسان تو کجا ہے کوئی سلطان نہین ملتا
ڈہونڈو تو جز آصف کے سلیمان نہین ملتا

دم ہند اسی پر ہے خردمند جہان کا
دانش سے لیا کام کمان تیر و سنان کا

اوس گلشن دانش کا یہ ذیشان شجر ہے
اوس منبع الاوصاف کا خاقان گہر ہے

اوس تخم نکو کاشت کا سلطان ثمر ہے
آصف کا یہ محبوب علی خان پسر ہے

ہان تخم و شجر سب مین ثمر ہی تو ہی ہے
پیارے ہین سبھی لیک نظر ہی تو ہی ہے

یہ جان جہان فخر سلاطین زمن ہین
پتلی ہے اگر چشم مین تو روح ہی تن مین

طوبیٰ ہی گلستان مین تو شمشاد چمن مین | محمود اگر ہند مین محبوب دکن مین

یون ظلم و ستم ہو گیا معدوم بہٹک کر
جون خار الم پائے تصور سے کہٹک کر

اقبال کمر بستہ اسی در پہ رہا ہے | خورشید چتر بن کے اسی سر پہ رہا ہی
اجلال خداوندی اسی گہر پہ رہا ہی | اور سکہ جہان گیری اسی زر پہ رہا ہی

کیا شک و شبہہ اسمین کہ یہ ظلِ الٰہی ہی
اقبال پہرا اوس سے کہ جو اِس سے پہرا ہی

ناصر ہے غریبون کا شہِ افضل و اعلیٰ | بیوا و یتیمان کا ہی پالنے والا
مان باپ کسی کا ہی کسی چاند اُجالا | ہے جاہ و حشم اسکا سکندر سے دوبالا

قایم ہے امان اس کے خرابات جہان مین
آسایش و آرام مکین کو ہی مکان مین

خورشید جہان تاب ہے یہ شاہ دل افروز | ہے خیرگی اعدا کے لئے دوست کو نوروز
شعشعہ ہے کہین اور کہین برق جہانسوز | اسکے لئے مرہم ہی تو اوسکے لئے دلدوز
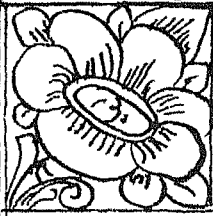
کیونکر نہ حسد ہو شہ خورشید لقا سے
جلتی ہے زبان شمع فروزان کی ضیا سے

ہے فہم و فراست مین شہنشاہ یگانہ
اور نکتۂ باریک سے دانا ہو دوانا
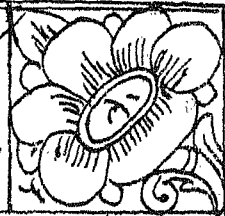
حضرت کا سخن جلد سمجھتے نہین دانا
بالتو نہین تو شیشے مین اتر جائی سیانہ

تقریر پرافسون سے مطیع اہل زبان ہون
شوریدہ اگر پیر تو گردیدہ جوان ہون
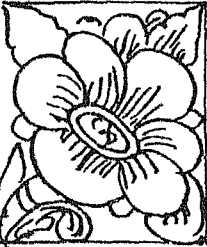
گذرا نہ جوان ایسا سلاطین جہان مین
چرچے ہو شجاعت کا بہم پیر و جوان مین
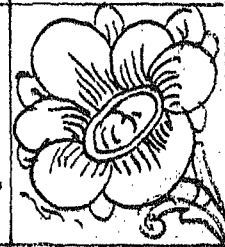
جسکا کہ تصور ہو ہراک طبع روان مین
کندہ ہو صفت دلمین ستایش ہو زبانمین

وہ وصف پسندیدہ کہ دشمن ہین ثنا گر
ملتے ہین تواضع پہ سر عجز جھکا کر

کسرے سے شہنشاہ کی عدالت کوئی پوچھے
عاقل سے شہنشاہ کی فراست کوئی پوچھے
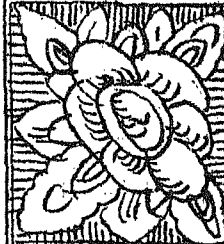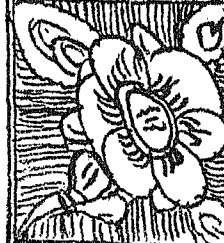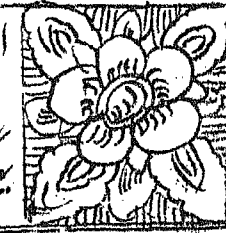
حاتم سے شہنشاہ کی سخاوت کوئی پوچھے
ضیغم سے شہنشاہ کی شجاعت کوئی پوچھے

کامل ہے ہراک فن مین استاد ہنر مین

جوہر کو پرکھ لیتے ہین بادیٔ نظر مین

اخلاق مجسم ہے شہا منبع الاحسان
یکتا ہے مروت مین تواضع مین ہی ذیشان
سلطان عرب مین ہی عجم مین یہہ ہے خاقان
جنات مین آصف ہی پرستان مین سلیمان

یہہ جاہ و حشم تو کوئی سلطان نہین دیکہا
آصف کے پس عہد سلیمان نہین دیکہا

جب صید کا عازم ہوا سلطانِ سرافراز
بحری نر ہے بحر مین بر مین نرہا باز
شاہین کا دم بند تہا کنجشک کا آواز
بس مرغِ قفس روح نے قالب سے کی پرواز

اژدر بن و در بند مین آناگ رہی تھے
اور شیر بہی سایہ سے نکل بہاگ رہی تھے

گذرے کبہی ہشر بر شہِ والا کی نظر سے
جانبر نہو بندوق شربار اثر سے
چہاتی پہ چڑہی اور نکل آئی جگر سے
بندوق ادہر سے چلی اور جان ادہر سے

اس برق سے بید رد کو بہی درد ہوا ہے
یہہ گرم ہوئی جب کبہی تن سرد ہوا ہے

ہان دست شہنشاہ مین یہہ دو نال عجب ہے
ہر نال سے شرر بار ہے پُر پیچ و لعب ہے

یہہ لب بلبی دشمن کے لئے جان بلب ہے
بس صف شکن و شیر فگن اسکا لقب ہے

دو گہوڑے سے چڑہا کر جو یہہ چہاتی پہ چڑہی ہے
دشمن مین نہین دم کے اجل سر پہ کہڑی ہے

جون رعد گرج جاتی ہے بجلی سے چمک کر
جنبش تو زمین کو ہوی صدمہ تو فلک پر

بے سر ہوا دشمن تو یہہ بندوق ہوی سر
بیجان ہوا شیر تو سلطان مظفر

دو ایک قدم پیچھے یہہ چلتی ہے قضا سے
بے لاگ ہے شست اسکی ہر اک چوک خطا سے

جو اسکی مقابل ہو تو بس جانکو کہو جائے
یہہ وہ ہے شرر آگ سنے باگ پہ ہو جائے

اس شکل اجل کو جو قضا دیکہہ لے سو جائے
تصویر اگر موت کو دکہلاؤ تو رد جائے

دہشت سے دل انس مین جن خوف و خطر مین
خورشید مین زردی ہے سیاہی ہے قمر مین

اک شیر نکل آیا کہین کان دبا کر
بس جان بچاتا وہ چلا آنکہ بچا کر

جب چار ہوے چشم دہین شست ملاکر
اک ضرب لگائی اُسے بندوق جماکر

گہوڑا جو گرا گولی جگر چاٹ رہی تھی
اور رشتۂ انفاس قضا کاٹ رہی تھی

بندوق جو پھر آپ نے چھاتی پہ جمائی
اس آتش دو نال نے سر بہونکے دکھائی
اک شیر نیستان کو قضا گہیر کے لائی
جان آپ نے لی خون تو گولی کو چٹائی

انسان کو سکتہ ہے ملا ایک پہ غشی ہے
١٣١١
بدخواہ کو ندامت ہے بھی خواہ کو خوشی ہے

بازدے شہنشاہ سے زبردست ہو گو زیر
اے شمسی گستاخ نکر زیادہ الٹ پھیر
ہان صید اسی سال ہین چودہ ہین ہوے شیر
کہ ذات شہنشاہ کی توصیف سے ہے سیر

ہان حمد و ثنا اس سے زیادہ نہین درکار
کہ حق کا وہ طالب ہے خوشامد سے ہے بیزار

صد سال سلامت بکرامت رہے یہ ذات
با گنج و گہر افزو دولت رہے یہ ذات
با طبل و علم حشمت و شوکت رہے یہ ذات
با عظمت و شان تا بہ قیامت رہے یہ ذات

قشقہ ہو ہی خاک کا سرکش کے جبین پر
اور نام شہنشاہ کا کندہ ہو نگین پر

سلطان سلاطین ہو اور مالک اقلیم
زیبندہ اورنگ ہو اور زینت دیہیم
پھر مرجع خلق اللہ ہو اور قابل تسلیم
ذی حشمت و توقیر ہو اور واجب تعظیم

سکہ چلے محبوب علی خان زمان کا -
بس شاہ دکن رشک ہو شاہان جہان کا

ہاں جاہ و حشم و افسر و لشکر ہو مہیا
اکلیل و نگین خلعت پر زر ہو مہیا
ہو زیر نگین ملک مظفر ہو مہیا
گیتی کے لئے زینت و سرور ہو مہیا

بس مالک اقلیم ہو اور شاہ زمن کا
دنیا میں چلے سکہ شہنشاہ دکن کا -

قصیدہ در مدح حضرت خاقان زمان نوشیروان دوران سریر آرائے دیہیم تاج
السلاطین آصف جاہ نظام الملک ثانی مظفر الممالک فتح جنگ میر محبوب علیخان بہادر
لازال شمس اقبالہ طالعۃ و سیفہ ساطعۃ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

سنداری جهان گشت مرهم خاطر فگار
خستگان را مژده باشد که بهار آمد بهار

سرو قد فولاد تن آهن جگر فرخ نهاد
لشکر و سپاهیان بینند که سوار آمد سوار

جوهر از صرد انگی خیره شد سست و تیره گشت
خوان انجم از فلک بهر نثار آمد نثار

قصد دریا دلی هرگز نگنجد در قیاس
که ازان قطره دریای بی شمار آمد شمار

صولت مدحت چنان در خاطرم افتاده است
که مضامین صف کشیده چون قطار آمد قطار

بارک الله منبع الاحسان و اخلاق کرم
ذات والا نسبت جای هزار آمد هزار

مهر اخلاق صفاتت برگذشت از اوج شان
شهرهٔ آفاق تو در هر دیار آمد دیار

هیچ شک در دل ندارم که توی فریادرس
چون خروشیم که بین حاجت برآر آمد برار

کس نشنود این حکایت بر پی دیدار تو
مثل سیماب بخاطر بی قرار آمد قرار

گر بگوش جنگجو نعرهٔ رعد آسا رسد
پای بر سر تا بجانه اش فرار آمد فرار

یا عطی آن شه دیباچه در بین عشرت کده
شادمان باشد بر و سال هزار آمد هزار

تیره بختی دست گیرد هر کسی خواه او است
مهر انور طالع او چون نهار آمد نهار

تشمهٔ این چه گفتار پریشان بسته دل
لیک داری دم شنشه شاید بکار آمد بکار

غزل

سراسر مکر ہی حسن اوس رخِ نیرنگ پُرفن کا
یہی دلبر ہوا ہی پیشوا گمراہِ مدفن کا

سکے عاقل ہزاروں سامنے مجنوں ہوئے آخر
یہہ ادنی شعبدہ تہا اوس پری کے سحرِ چتون کا

عجایب عشق ہی گل خود بد فایت کا کرین دعویٰ
کہ لالا ہی بچہ غم مین ہو کبودی رنگ سوسن کا

ادہر تو سخت جانی ہی ادہر ہے سنگدل جانان
اثر آہِ جگر بھی عالم سوز ہی اِن سنگ آہن کا

اجل بھی ہم ستم کش بد نصیبوں سی گریزان ہے
لیا تہا سیف نی ہین مارے ہوا ہی قتل دشمن کا

یہہ کالے جعد عنبر کے اثر سنبل کا رکہتے ہین
نہین ہرگز اُترتا ہی چڑہا یہہ زہر ناگن کا

کہاں تہی بخت یہہ کہ وہ شتہ پا سحرِ فنا ملتی
ہوا پامال یہہ بدبخت اوسکی نعل توسن کا

ہوئے ہین شیدا ب قشقہ کتنی کہ مسلمان تہی
اجی کل گالٹے تہی اشلوک ہندو بت برہمن کا

غزل

جب سی عاشق ہو گیا ہوں اوس رخِ ماہ تاب کا
رشک جوی بان جہاں ہوں وہ الم احباب کا

جام دی ساقی لبالب وہ مئے لعل ناب کا
منکشف ہوتا نشہ مین حال یہہ خواب کا

کس طرح نکلی مضامین اس پریشان سحر سے
سطر جس کی بال ہوا ور ہو صفحہ آب کا

الاف الفت جو کہ پیا ہی سی پیالیا جام فنا
شیخ تو سب سے جھکی لب کل مئے شاب کا

بیچ کے طلسم حسن ہی بیمار اس کا ہے جنون
تا بمحشر خاک بیچ تڑپیگا داخل باب کا

اشک ریزانی ہے مری گوہر فشانی دوستو
اندلون اخوان بنا ہون جن بلاغت تاب کا

عشک سے تیری نہ ہوش آیا مریض عشق کو
پیچ کیا جانے مسیحا غش ہی سنبل تاب کا

فلسفہ حکمت شرع الفت بیان ہے بحر مین
یہ سخن تاج سخن ہے گو زبان نایاب کا
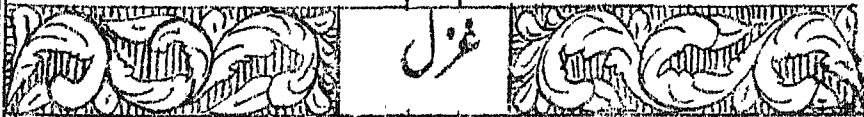
غزل

سوز دل مرہم سے کبھو سے فروزان ہوگیا
جب ہوا کافور بیچ نار جوشان ہوگیا

سوختہ دل کی تڑپ سے جب اٹھی ہی آہ دل
دود شب مین خوف سے سورج بھی پنہان ہوگیا

جب لکھی مین صفت کچھ زلف پیچان کی تری
باغ مین پھر رشک سے سنبل پریشان ہوگیا

کیا غضب مین تیغ کاکل گھات دل پہ چل سکے
کیسے بل کہاتے ہوے دانان بھی نادان ہوگیا

آس مین ایسی کے عاشق تھا تمہارا جان لب
ہای آخر آج پر حسرت دا رمان ہوگیا

ایسے تنک سیج غم بیچ الم سے ای صنم
دیکھ کر دریا سے سو در گریبان ہوگیا

اے تو راہ عشق مین مشکل سے جیسے حالت مری
کیسا فکر گور کا دنیا کا جہان ہوگیا

خط عارض نے تری چھپایا نہ چہرا ادھر کی
زرق [illegible] مین لاشہ [illegible] پہچان ہوگیا

کیون اب جی شمسی کچھ چھپکے کیسے مزے ہوئے ہین عشق کے
پچھلی ٹھوکر مین اجل کا سر و سامان ہو گیا

غزل

بس ہاے اُنکے ترچھے ہین ناز و ادا کے ہین
ہم تو اسیر پیچ ہین زلف دوتا کے ہین

الجھے ہوے جو زلف مین ہاتھ اُنکے ہین
جانے ہین ہاتھ اوسکے نہین پانے قضا کے ہین

سے پایہ پشت و طلب جو تم آے شب وصال
ای جان من اثر یہ ہماری دعا کے ہین

بزم عدو مین جاتے ہین اٹھتا نہین قدم
دامن گرفتہ ہاتھ میری التجا کے ہین

سرتا بپا وہ شوخ نظر آرستہ ہین ہو بھلا
باتین غضب کی ہین تو جفائین بلا کی ہین

شوخی مگر بسی ہے وہ دل شاد ترا حبیب
پابند وہ صنم بڑے شرم و حیا کے ہین۔

گر تیغ جور وہ ظالم تو پشت آپ ہون تو کیا
پابند ہم بھی تو رہ صبر و رضا کے ہین

کوتاہ کر نہ دست تظلم کو میرے جان
عادی ستم جو سہنے کے خوگر جفا کے ہین

بے مہر ہو سے جو لاکھ تو مجروح صد ہزار
اوسکے تو ناخنو مین ہنر دلربا کے ہین

پیرو صحابہ کے مقلد ہین آل کے
یہ خوبیان بس امت خیر الورا کے ہین

خاموش شمسی اپنی زبان کو لگام دے
یہ یاد رکھ کہ کوئی ہون بندی خدا کے ہین

غزل

اے ساقئ بزم طرب ہون جان بلب پیچان مگین
اک تجھ پہ نہ غیظ و غضب ہے سبب دلدار من

ہے شادمان ہر اک بشر سرسبز ہے نخل شجر
اک مین ہون تفسیده جگر وابستۂ رنج و محن

ہے فیض کا چشمہ روان سیراب ہین خورد و کلان
لیکن ہین اک ہون نیمجان جسکا ہے تشنہ دہن

رکہتے ہین غیر اب سیم و زر رہین مالک گنج و گہر
ہم پہر رہے ہین دربدر محتاج ہین اہل وطن

اردو پڑہے ہم سر وار ہی ہر کام مین ہشیار ہے
یان فارسی سب بیکار ہے عربی تو ہے مشق کہن

جو لوگ ہین ذی تعبیر و جاه قانون ہین ہی دستگاه
جن کی ہے کچھ حالت تباه کیا جانتے ہین علم و فن

حالت لکھی ہے سر بسر ہے آپکے پیش نظر
ہے عرض جو کچھ ازحد گر دیکھین یا سلطان دکن

غزل

واہ کیا طلعت دلکش ہے وساحر چتون
ناز و انداز نرالے ہین دوبالا جوبن

ابھی معمار فصاحت کا بنا ہے صدفن
ناوک انداز ترے ہووین جو چشم پرفن

قتل لاکہون کو کیا تو نے دلا کہون کو اسیر
زلف و و تاتری ہکار ہین آنکہین رہزن

دم گلگشت نظر گل سے ہوئی جو دو چار
تو طپا پہنچون سے ادہکے ہوئی نیلی سوسن

جسقدر جی مین آئی تیرے ستانے ظالم
دن قیامت کے مرا ہاتھ ہے تیرا دامن

تو صد گر موج تلاطم جوش زن بحر اشک
ماتم شمع سے مین بپا ہی ہیجہ بکا و شیون

غزل
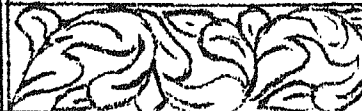
کناری ہوتی جاتی ہے نجات آہستہ آہستہ
بہی جاتی ہے کشتی حیات آہستہ آہستہ

نفس پھر بن لیا کرتی ہے بحر نور ظلمت مین
دو دریا سے گذرتی ہے ثبات آہستہ آہستہ

بچہ ملاح قضا سوی فنا کہتی ہے کشتی کو
کہان رہبر لئے جاتا ہے سات آہستہ آہستہ

خوشی ہے عمر گھٹنے کی خبر اسکی نہین پر کبہی
کہ ہمکو کھینچ لیتی ہے ممات آہستہ آہستہ

الٰہی کس مصیبت سے ہوا ہجرت کا دن آخر
کہ پھر سر پر چلی آتی ہے رات آہستہ آہستہ

جوانی ڈھل گئی شوخی گئی پیری نے آ گھیرا
ہمین اب لینے آئی ہے وفات آہستہ آہستہ

فنا کے دوش پر حسرت کا پھرا بالا پکڑ دیکھو
چلی جاتی ہے [illegible] کی برات آہستہ آہستہ

غزل
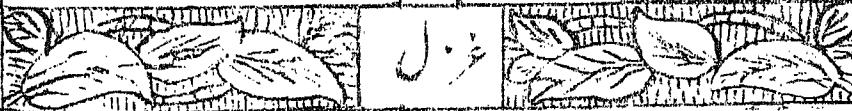
نوحہ جو کرون آہ دل ستم سو نکل جائے
گیتی کو تنزل ہو فلک پر ڈھل جائے

حسرت کا تقاضا ہے لب گور ہو جلدی
امید کا کہنا ہے کہ بیمار سنبھل جائے

غزل

ٹپکتے ہیں جو قطرے عرق کے گیسوئے جاناں سے
گہر دیکھو برستے ہیں پیاپے ابر نیساں سے

چھٹکے ہیں چاہ پر دیوانے اور آشوب دوراں کے
عجب کیا جو نکل آئے قمر اب چاہِ کنعاں سے

شہوسیے خنجر ابرو کو دنیا چشم مرقد میں
ہمیں شکستہ ہو پوچھ اپنے خون آلودہ داماں سے

نظر بند آنکھ میں رکھ کے دو کالو نشی ڈرتے ہیں
نکل جاؤں سمٹ کر جسم ابھی ہستی کی زندانسے

ہوا کی دست و پائی سے بکھرتے ہیں ترے کاکل
پر غنچے دسکے ہوتے ہیں یہاں زلف پریشاں سے

ہوا ہے کفر و شرک اب بھر گئے ہے کاشر ہیں
خدا پالا نڈالے ہم سے اوس بے دین ایماں سے

غزل

تغیر ہے رخ دلبر پہ غم آتش نہانی سے
شمع رو میں گیا ظالم میری اخگر فشانی سے

کیا ہے چھید سینہ میں شرار آہ دل مخفی
زراہ دیدہ نکلی آہ صد الن ترانی سے

زیارت اوس مہ انجم کی سادہ ہونکر تا دل
گھڑن تا رخ نگاری کو وہ نکلا انکسرانے سے

تمہاری عشرت ہر شب کے بدلے کے فلک
وہ گردان گردش ساغر سے میں فوراً اسمانی سے

ہو گا ناتوان مجھ سا جہاں میں اک دل بسمل
نہ چھیڑ کا خنجر براں تلے جانے کے گرانی سے

مجھسے وہ جان بلب بھی کچھ بولے کیون نہین مرتے
پھر سنتے ہیں ہم سنا کرتے ہین اپنی نعت جانی سے

مرقع حسن کا ایسا ہوا ہے مجھ مین زیبا
مجھ سے ہے نقش نقش و رنگ ہم بہزاد و مانی سے

سنو شمسی بھلا اپنی تحسین کیون خودستائی ہے
خلل آیا ردی مین قافیہ کی تنگ دامانی سے

مسدس در بیان معراج خواجۂ سرور دو عالم اشرف الانبیا فخر آدم جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

اے خامۂ اعجاز کچھ اعجاز دکھا دے
اے شعلۂ الفاظ کوئی ساز سنا دے

اے لعبت مضمون کچھ انداز بتا دے
اے جوش طبیعت مجھے ممتاز بنا دے

تقریر فصاحت و نزاکت سے بھری ہو
سب کہین اگر حور تو صورت مین پری ہو

کھنچ جائے وہ نقشہ کہ ہو مانی کو تحیر
ڈھل آئے وہ مضمون کہ ہو ہر دل کو تحسر
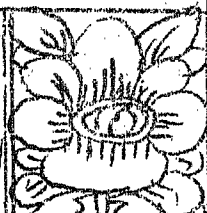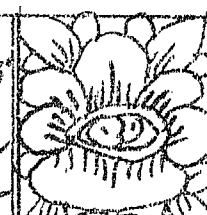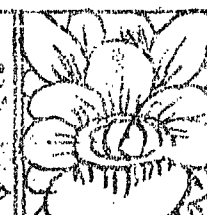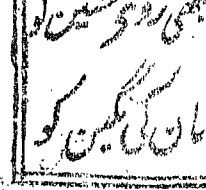
الفاظ مین معنی ہون وہ معنی مین تقریر
ہو غنچۂ بے رنگ سے طبیعت کو تنفر

جو کچھ کہ کہون خاطر دل گیر سے نکلا
جانکاہ ہے وہ دل سوز کی تدبیر سے نکلا
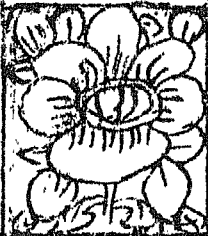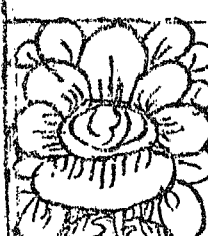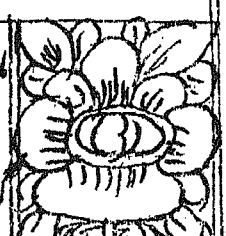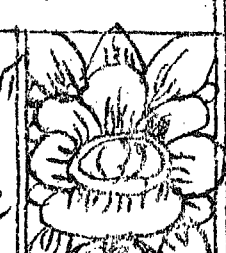
کھینچوں وہ مرقع کہ ہو بہزاد بھی ششدر | گلدستۂ مضمون سے دل و جان ہو معطر
ہر سطر میں ہو لچکۂ زلفِ مشبب | ہر حرف درخشندہ ہو مثلِ مہِ انور

تقریر پہ جس کے غشی پیر و جوان ہوں
جب شعر مین نگین ہو وہ مین تو سکتے مین گمان ہون

تحریر عبارت دُرِ سفتے کی لڑی ہو | تقریر سلاست کی چھٹی پھول جھڑی ہو
معمار سخن پیش نظر ایک گھڑی ہو | جب ہاتھ دعا کا اُٹھے تاثیر کھڑی ہو

اے دردِ سخن سوز ہو پتھر کے جگر مین
آنسو جو بہین دریا ہین تو انگار اثر مین برسین

اے فکرِ خیابان تو حضور مین ہو حاضر | ہر بار سخن تازہ گلون سے ہو معطر
مضمون سے کتاب کی ہو بوئے نافۂ اذفر | مستی مین لگین جھومنے شمشاد و صنوبر

وہ نخل لگا دے تو گلستان جہان مین
پھل جس کا اثر بخشے مجھے باغ جنان مین

غواص خیال آب دُرِ شہوار دکھا دے | نیرنگ سخن ایک گہر یاب بنا دے

اجناس سخن کا سر بازار لگا دے — سنجیدہ و عاقل کو خریدار بنا دے

حرفوں کے صفیں باندہ مضامین کے سپہ باندہ
الماس و گہر باندہ جو کچہ باندہ گہری باندہ

ہو انقضاے طبیعت میں ہو جدت — لفظوں میں رعایت ہو [illegible] شرکت
ل پھیلے بیان پروہ زبانہین ہو سلاست — بندش میں نہ سستی ہو عطا کر وہ مہارت

تقریر کہ محو اُس سے ہر اک فرد بشر ہو
سکتے میں بشر ہووے کسیکی نہ کسیکو

کیا حال ہے تشنہ کی جی کیا دل میں ٹھنی ہی — وصف لب کی زبان سے ارہو پیشہ زنی ہی
کیون جامے سے باہر ہو بچہ کیا گفتنی ہے — او زور طبیعت تیغ شہ کی دست کنی ہے

پیتا ہو گھٹر کا ہے وہ ہی جسکا جہر ٹپکا
جب گل کھلے گل چین کا وہیں ہاتھ پڑیگا

حاجت نہیں افشانی کی بھی زہرہ جبین کو — مشاطہ نہیں چاہیے کبھی روے حسین کو
زر لفت نہ ہو کا کبھی ساق سیمین کو — پروا نہ تجلی کی سلیمان کی نگین کو

پھول اُس کو نہیں کہتے کہ مہکے نہ دکانسے
اظہار ہو خوشبو کا پھولا رسے کی زبان سے

موصوف وہی ہے کہ صفت اُس سے ہو موصوف
موصوف کے افعال صفت سے ہیں معطوف

عاشق اُسی کہتے ہیں کہ الفت سے ہو مالوف
ورنہ یہ مثل سب ہیں سے مشہور و معروف

ماں بچے کو اپنے کبھی جدا نہیں رکھتی
کولن بھی وہی کو کبھی کھٹا نہیں رکھتی

توصیف کی جائے جو موصوف کے بر رو
موصوف بخس اُس کا ہے اوصاف ہیں بدبو

محمول خوشامد سے اُسے کرتے ہیں خوشخو
اکثر یہ کہا کرتے ہیں موصوف و صفت کو

اک تیر سا لگتا ہے سو فار دہان سے
سنتا جو ملیح آپ کو تیرہ کی زبان سے

سنجیدہ مزاج ان کو نہیں کہتے ہیں عاقل
جو وادِ سخن چاہتے ہیں بر سر محفل

اظہار کیا کرتے ہیں بیجا جو مشاغل | سو خود دیکھیے سو تعریف مذمت [illegible]
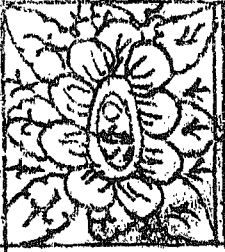
غفلت میں جسے وصف سمجھتے ہیں وہ ذم ہے
آپ اپنی مذمت کی حماقت یہ کیا کم ہے
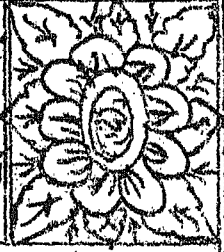
انسان وہی ہے کہ سر عجز جھکائے | دلدار وہی کہ خودی خود سے بھلائے
اعلیٰ وہ دماغ اوس میں تکبر نہ سمائے | کامل وہ سخن سنج کہ توصیف نہ بھائے
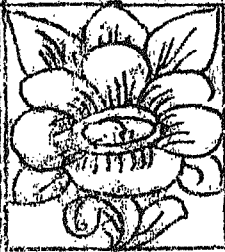
حاجت نہیں کہنے کی بھلا ہے یا برا ہے
پرکھیگا اوسے جوہری جوہر جو کھرا ہے
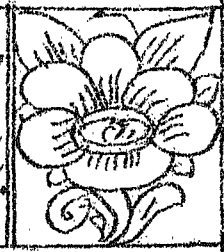
جو عقل و شرافت ہی تکبر سے ہوئی مفقود | اس سے ہے عزازیل سی ملعون و مردود
اس سے ہی تو خاک میں شداد و نمرود | کی راہ نجات اسنے ہے فرعون پہ مسدود
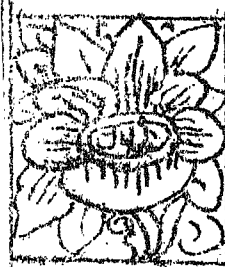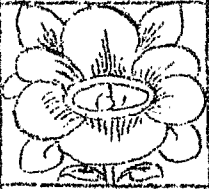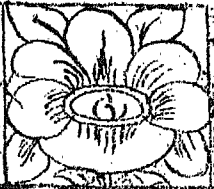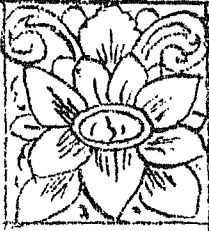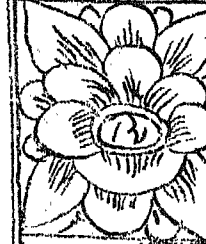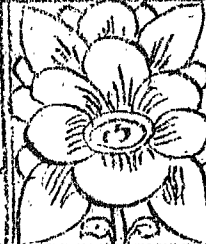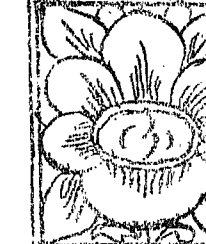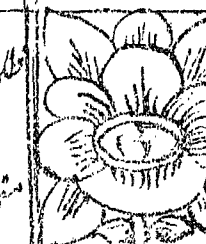
برباد کیا تخت کیان کو بھلا اسنے
کیا کیا نکیا کام جہان میں برا اسنے
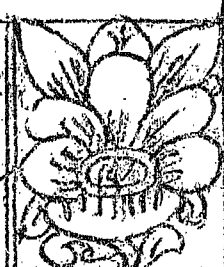
قربان اس ارشاد کے کی خوب نصیحت | آپ اپنی صفت کرتے ہیں غیرونکی مذمت
کریں نہ کبھو گر تو نکلیگی سفاہت | گر لاکھ چھپاوگے چھپیگی نہ فضیحت

ہاں خوب سمجھ کر سرِ قرطاس قلم رکھ

ہاں اے طبیعت کہ ہے معراج سخن کی
صف بستہ کھڑی ہیں اب افواج سخن کی
اٹھ جائیں ابھی بحر سے امواج سخن کی
بالائے فلک پہنچے صدا آج سخن کی
وہ چھیڑ ترانہ کہ ہو غل صلِ علیٰ کا
سیارۂ فلک آج ہے مجذوب ہو کا

شب کے پہاڑ و ہیبت چھپا نیر اعظم
ہو شکتے ہیں ملائک کے گروہ در پئے ہم
ہنگامۂ شیاطین کا ہوا درہم و برہم
بالائے فلک جاتے ہیں مختار دو عالم
پردہ نہ رہا میم کا احمد و احد میں
پہنچا نہ نبی کوئی اس گرد کی حد میں

ایک چادرِ ظلمت میں جہاں لپٹی تھی ویران
دانا تھے محو خواب تو بے خواب تھے نادان
اور دامنِ غفلت میں ہر کہ جسم تھا پنہاں
جنات تھے بیدار نہ انسان تھے حیوان
ظلمت میں اجالا تھا قمر تھا نہ ضیا تھی
مشکل کوئی تھی اس شب کا قفلہ بھی
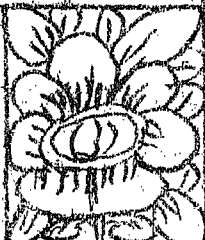
کیا رات سہانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی
اپنے سے بیگانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی
احمق یا دیوانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی
واللہ وہ سبحانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی

رحمت کا وسیلہ تھی شفاعت کا سبب تھی
شب گشت اسی شب مین تھی سلطان عربکی

عالم پہ جو ظلمت تھی وہ تھا پردہ اخفا
چھوڑا ہوا بی جہل تو صدیق ہو سچا
عادل ہو عمر شرم مین عثمان ہو یکتا
فیاض علی ابن علی سید شہدا

ہان صدق کہین عدل کہین شرم بڑی تھی
کیا نقدِ رقم محکِ مقدر مین پڑی تھی

جرأت مین لا ثانی سخاوت مین بھی یکتا
ہمشکل ولایت مین شرافت مین تھی یکتا
سلطانِ دو عالم تھے پہ غربت مین تھے یکتا
بس چلنے پہ مظلوم شہادت مین تھے یکتا

بھوکے تھے پیاسے تھے گرفتار بلا تھے
امت کے شفیع اور تہ تیغ جفا تھے
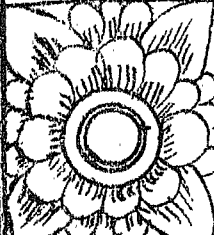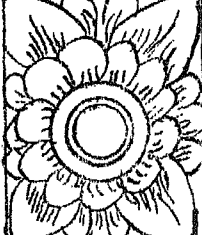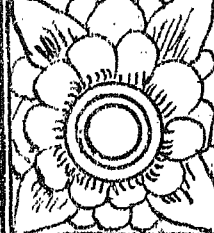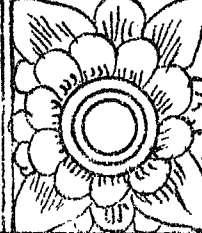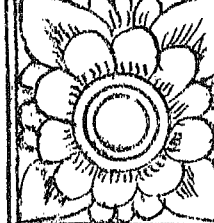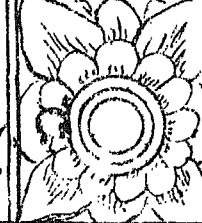
ہر حرف شکایت نہ زبان پہ کبھی آیا
گھر بار لٹا اور غم فرزند بھی کھایا

اُس شب میں بلاوا جو تھا وہ عین سبب تھا
رحمت تھی وہاں شب میں یہاں ذہن غضب تھا

بیدار ہوئے خواب سے جب سرورِ عالم
اک نور دیکھا فرش سے تا عرش معظم
انوار وہ اسرار جلو ریز تھے باہم
جبرئیل امیں نے بادب عرض کی اُس دم

سرکار ہمیں آج آپ کی آمد کی خبر ہے
مشتاق تو محبوب کا منظور نظر ہے

مژدہ یہ سنا کر کے رسولِ دوسرا کو
پہنائی عبا نور کی خورشید لقا کو
پھر برق مجسم پہ بٹھایا جو شہا کو
غل تھا کہ لو فانی سے چلے دار بقا کو

محفل میں ملایک کے سواری تھی نبیؐ کی
یہ شوکت و حشمت نہ سلیمان کو ملی تھی

انساں کی صورت تھی وہ حیوان کا پیکر
اشتر کی سی گردن تھی تو قامت میں تھا خچر
جوں برق خراماں تھا جو پیر کے وہ شہپر
لگتی تھی ہوا اوسکو دم سرو بہر پھر کر
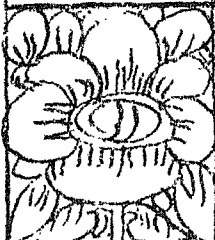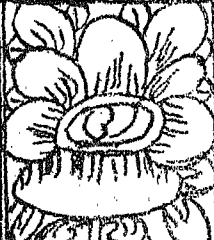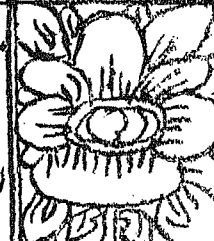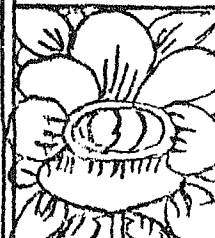
نسبت تھی اسے صدق سے تو باد و قمر سے

آگے بڑھے رہنما تھا الٰہی کو سن لطف سے

الکھین جو اعجاز تو مرکب مین کرشمہ
یہ بحر رسالت تو ہدایت کا وہ چشمہ
یہ حجت خالق تو نبوت کا وہ شمہ
تو عورت کی ادا سے بجا لایا وہ ذمہ

جو راکب و مرکب سے عیاں جلوہ گری تھی
ظاہر تھا کہ قبضے مین سلیمان کے پری تھی

اس شوکت و حشمت سے چلی جب کہ سواری
قل تھا یہ حرم مین کہ چلی باد بہاری
اقصیٰ مین پکارا تھا کہ ہین حجت باری
سرچشمہ مذاہب کے ہوئے آس ہماری

خالق کے سوا تھا نہ پتا ارض و سما کا
اس وقت پتا نور رسول دوسرا کا

واحد کا یہ سایہ ہے خلف تجھ سلف سے
قرآن ہے گواہ مصحف ناطق کا خلف ہے
موسیٰ کا یہ سرتاج ہے عیسیٰ کا شرف ہے
یہ آیت ہے آمد کی خبر چار طرف سے

آدم سے تھے ابھی طین مین اور آپ نبی تھے
طرفہ کہ پسر تھا نہیں جب باپ نبی تھے

پھر جانب افلاک جو رفرف نے کی پرواز
ظاہر تھا کہ کنجشک لئے جاتی ہے شہباز

ہمت نے وہاں دامن لولاک پکڑ لی
جبریل نے بھی خوف سے فتراک پکڑ لی

ہر گام پہ سبقت تھی اسے پیک صبا سے
وہ تیر اڑا جاتا تھا شہ تیر دعا سے
تندی میں بڑھا جاتا تھا وہ سرو ہوا سے
ہر اوج میں بالا رہا وہ فضل خدا سے

شبدیز کہیں برق کہیں اور کہیں باد
ہر جائے نیا رنگ بدلتا تھا پریزاد

وہ خاک سے گذرا پہ اسے گرد نہ پہنچی
وہ آب سے گذرا پہ اسے بہر نہ پہنچی
وہ باد سے گذرا پہ ہوا سر نہ پہنچی
وہ نار سے گذرا اسے لو ذرہ نہ پہنچی

راکب جو جہاں میں شہ ابداع ہوا تھا
ہر کرہ میں مرکب بہ انواع ہوا تھا

کیا حکم لگاؤں کہ وہ ہیں آذن سے خالی
ہر دو ہیں مقابل میں ضروری کے مثالی
پہنچے نہ وہاں اسپ تصور و خیالی
راکب جو جلالی ہے تو مرکب ہے جمالی

کیا کسب کرے فکر وہ سیار فلک سے
حالانکہ بجا ہوش نہیں جن و ملک کے

حیران ہوں کہوں کیا کہ نہ تشبیہ نہ تطبیق
نہ صاحب احکام ہوں نہ منکر تصدیق
مستغرق حقیقت میں ہوں ہوتی نہیں تحقیق
اتنا تو کھلا بعد بہت غور و تعمیق

عالم متحیر ہے وہ صنعت ہی خدا کی
معراج ہے تصدیق رسول دوسرا کی

مدرک نہیں ادراک میں وہ حسب اوصاف
محسوس اگر صورت آئینہ شفاف
منقول یقین مبہم ہے تمیز اوسکی نہیں صاف
مدرک نہیں معقول کہ اسکو کرے اصناف

ایسی ہی میں ہے منقول کہ معراج نبی ہے
امکان سموات کا یاں ذہن غبی ہے

کیا نفس مجرد سے ہے تکمیل تصور
کیا خاک کرے وہم یہاں صدق تصور
کیا نسبت مسکین کو کیا قطع و تناشر
حسرت رہی حکما کو تحقیق کو تحقیق

وحدت میں نہ باقی تھی حصولی و حضوری

یان رات مین اک ہو گئی کیسی صردری

کیا فکر رسا کر سکے مجہول کی تحصیل
جب اہل نظر سے نہ کی معروف کی تکمیل

تمکین متصور کو نہ معقول کو تفضیل
جب غور سے دیکھا تو ترادف ہے نہ تفصیل
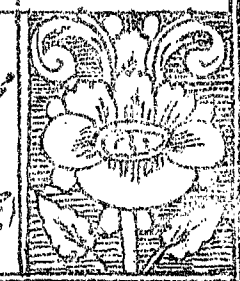
یان غور مکان پر کہ تمکین ہے یا نہین ہے
الّا کے سوا اوان نہ مکان ہے نہ تمکین ہے

کیا نقل مطالب مین کرے ذہن مبادی
مافوق تعقل ہین اوامر و نواہی

موضوع نہ محمول نہ جزئی نہ مساوی
امکان بشر پاے کب اسرار الٰہی

مانا یہ کہ خورشید سے پر نور قمر ہے
کیون مہر منور ہے کچھ اسکی بھی خبر ہے

ہان حضرتِ منطق کہو قانون سکھا دے
دکھلاؤ تو معقول کے جیسے حوالے

منطق نہین کام اسے [illegible]
آئینۂ خاطر سے کدورت جو نکالے

تصحیح کرے خاک کہ وہ آپ غلط ہے
ڈوبا اسکو وہ دیکھے گی کہ طوفان مین ہی بلا ہے
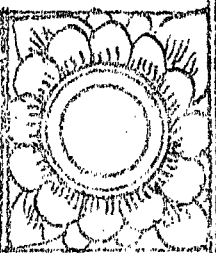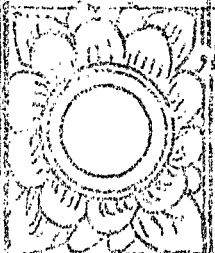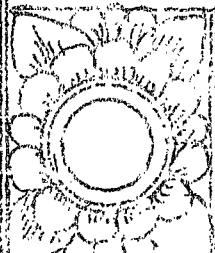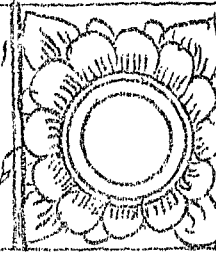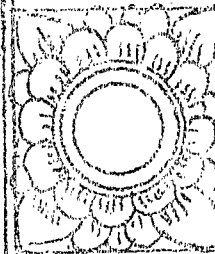
جب امر بتغیر تنہا ہی نہ ہے مسلسل — کیا الف مولف ہو موشح و مدلل

کیا جوہر فردانی کرے جوہر سے مکمل — منطق نہ سکھے جسکو شرح نہ مفصل

جو دور و تسلسل ہے وہ کیا نقل نہیں ہے

منطق میں مگر نام کو بھی عقل نہیں ہے

اجزائی کتیبہ کو جو منطق نے دی ترتیب — دعوی یہ کیا تھا کہ صحیح اسکی ہے ترکیب

تقریب مرام اس کو کہا اور ایسے تہذیب — پایان شب میں ہوئی طالب مطلوبیں تقریب

معلوم و معارض تو نہ خاک پڑھے تھے

اب مونہہ نہیں آتے تھے بہت مونہہ پہ چڑھے تھے

منطق سے عداوت کا جو پیمانہ تھا لبریز — معقول یہ چلتا تھا براہین کا شبدیز

تشنہ تھا سفاہین کا طبیعت کی تھی مہمیز — یہ دیکھکے منطق نے بھی کی سیف سنان تیز

نعرہ یہ کیا عرصۂ حجت میں کہ خاموش

کیا مغز خراشی ہے اور احسان فراموش

تجھسا بھی جہاں میں نہ ملیگا کوئی بے پیر — جو محسن و مشفق کو ہی کھینچے نہ شمشیر

علامہ کسی سے بھی وہ کب بند ہوسکے تھے
ہان مہر تعقل سے تو لب بند ہوئے تھے

ثابت قدم اُس جا پہ رہا پائے تعقل
الحاد کا تھا شور عقاید میں تزلزل
عابد کو تنزل تھا عبادتمین تساہل
صف آرا منافق تھے بشوکت و تجمل

اُس عہد پر آشوب مین حملہ تھا عجم کا
تائید خدا کی تھی و منطق کا قلم تھا

وان سیف زبانی تھی یہان رطب اللسانی
وان جان فشانی تھی یہان عذب بیانی
وان نقش نہانی تھا یہان لطف سبحانی
ظاہر مین وہ فانی تھے بقیہ غرق معانی

منقول کی عزت فقط اس سے ہی بڑی ہے
مذہب کی سپر ہو کے وہ لاکھون لڑی ہے

گر آپ کو شک ہے جو کہ منطق نہ کی تالیف
منطق کو اٹھا دیکھئے تھوڑی سی ہے تکلیف
تحریر ہے سجاد کی حسنین کی تصنیف
ان لوگون نے منطق کی بدل آپ کی تعریف

یون لکھتے ہین وہ سبکے منطق کا حوالہ

اسلام کا دنیا میں سرانجام نہ ہونا

اس بے پیر پاکار سے اللہ پناہ دے
اس ظالم و غدار سے اللہ پناہ دے

اس بہر جفاکار سے اللہ پناہ دے
اس مرتد و غدار سے اللہ پناہ دے

اللہ نہ دکھائے کہ ہے نسناس کی صورت
ہیکا یا ذوی الفہم کو خناس کی صورت

محجوب ہوا پردہ حاجب جو ہوا دور
اب آنکھ کھلی جاتا رہا آنکھ سے جب نور

کروٹ لی جراحت سے ہوا جب بدن چور
اب ہوش میں آئے کہ بنا زخم کا ناسور

جب سہم تکلم نے کیا چھلنی بدن کو
اب نزع میں پہنچے ہیں کہیں مغز سخن کو

متصوف دلائل سہی تو پارینہ ہیں اوراق
اور قالب مضمون کی طاقت بھی ہوئی طاق

منطق سے بچھڑتے ہیں سبھی فوق و شقاق
کہ ٹوٹ گیا طلسم یونان و اشراق

ہے پاس کہ دفتر ہیں پھٹے نظم و نسق کے
باطل جو ہیں منسوب ہیں اور اوج ہیں حق کے

جو بندۂ احسان تھے سو وہ ہو گئی مجنون | آوارہ ہی اسحاق تو دیوانہ ہے مامون
آزاد ہو سے دام ردد میں تھے جو مبتلا | [illegible] تھا پراگندہ ہوا صورت مجنون

یا ور ہے کوئی اور نہ کوئی پشت پناہ ہے
جس گہر سے بنا علم عمل کی تھی تباہ ہے

جو پیہ پاس ہے مشغول کو کہ چہرہ ہی ہوا زرد | ہاتھون سے جگر تھام کے روتا ہی وہ ہی درد
اور سو فلک دیکھ کے بھرتا ہے دم سرد | وہ بین کہ نالان ہین پس پردہ زن و مرد

جو تخم کہ بویگا وہی پائے گا ہر بار
جو بات کہ حق ہے وہ ہے خاطر پہ گران بار

ہم سمجھے کہ مشغول کوئی دم کا ہے مہمان | تجہیز و تکفین کا مہیا کرو سامان
مامون و مشغول دو قالب ہین تو اک جان | مامون کا اور ہر دم چلا اور اس کی ہر [illegible]ن

اسکا جو یہ پالا ہے تو اوس کا وہ نوازا
نکلیگا پس و پیش ہی دونون کا جنازا

لیکن یہ تو زندہ ہے مگر یار کو مارا | اس کا تو مطلق نے تو دیندار کو مارا

اس پیر نے تو صاحب تلوار کو مارا ۔ اس بانیٔ شر نے شہ ابرار کو مارا
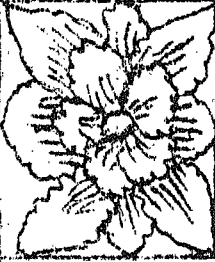
مامون ہی نہ تخت ہے نہ تاج و علم ہے
اسلام میں موجود ابھی شوم قدم ہے

حالت یہ ہمنی تو نے بھی ای پیر دغل باز ۔ اسلام کا انجام ہوا الحاد کا آغاز
کنجشک سے کنجشک ہے شہباز سے شہباز ۔ خالق نے کیا پست کسی کسکو سرافراز
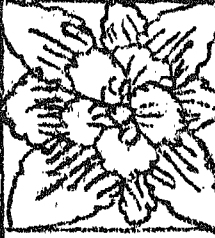
جاتی ہے صدا کوس ظفر کسکے گئی کو سن
وہ کون ہے ملتا جو ہے ہر دم کف افسوس
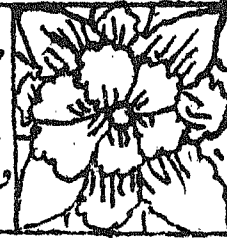
ہر طعنِ سنان سی کھلا منطق کا ہر اک بند ۔ یہ غیظ و غضب دیکھ کے منطق کا تھا دم بند
اب عرصۂ حجت میں نہ جدول تھا نہ دربند ۔ چلتی تھی پس پشت سپر سیف سر افگن
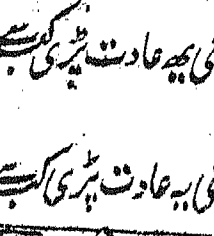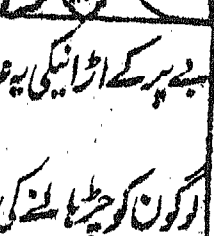
حالت تھی دگرگون مگر اپنی کو سنبھالا
اس پیر نے پھر پیٹ سے پاؤں نکالا

یہ تلخ زبان مجھ سے کہا بانیٔ بے پیر ۔ خواہی و نخواہی ہو تو ہوتا ہے گلو گیر
کیا میری خطا ہے وہ ہوئی کونسی تقصیر ۔ کس میں [illegible] کی تحریک پہ تشہیر

حامی مرے کیا صاحب بیان نہین سمجھے
ہامون وا اسحاق مسلمان نہین سمجھے

بے پر کے اڑانیکی یہ عادت پڑی کب سے
دو باتین بڑہانے کی یہہ عادت پڑی کب سے

لوگون کو چڑہا لینے کی یہہ عادت پڑی کب سے
آپسمین لڑانی کی یہ عادت پڑی کب سے

کیا فتنہ طبیعت ہی شر انگیز و شر بار
باتو ںمین لڑا دیتی ہی دو نین کو ہر بار

ای طفل جفا کار ذرا خوف خدا کر
ای حیا بر و مکار ذرا خوف خدا کر

ای تنگ دل آزار ذرا خوف خدا کر
ای ظالم و غدار ذرا خوف خدا کر

انسان جو بے شر ہو وہی نیک ہی مشفق
لاکھون مین کرورون مین ہی ایک ہی مشفق

گر عہد گذشتہ کی یہ کرتے ہو شکایت
منطق کو نہ اسلام سے کچھ بھی تھی خصومت

معقول کے پردے مین سب انکی تھی شرارت
جن لوگون کو اسلام سے قلبی تھی عداوت

سمجھے نہ عبارت گو کہ وہ اہل زبان تھے

خارج ہیں کیا غور وہ لازم ہیں نہان تھے

مفعول و شمسی تھے بہم دست و گریبان
طرفین سے کوشش تھی کوئی ایک ہو بیجان
کٹتا تھا سخن سیف بلاغت سے ہر اک آن
ہر طعن سنان کرتی تھی بندش کو پریشان

شمشیر رگ حجت قاطع جو علم تھی
بس صورت حجت جو وہاں پہنچی قلم تھی

وہ سیف زبان کرتے تھے ہر پہلو سے حملا
پیکان تکلم کا برس جاتا تھا جھلا
جب کٹ سخن پڑتے تھے ہو جاتا تھا کھلا
مشغول حرب میں تھے وہ بس کلمہ بکلاب سکلا

ہر اک کو یہ فکر کہ اس کو کرو مغلوب
تھا زمین ہوت چار بین یہ سب ہیں محجوب

دوران تقریر میں پلٹ جاتے تھے شبدیز
حجت کی کھینچی باگ الٹ جاتے تھے شبدیز
جب طعن کیا مڑہ کے تو ہٹ جاتے تھے شبدیز
چل جاتی تھی جب سیف تو کٹ جاتے تھے شبدیز

وہ سیف زبانی کہ چھپی امن پس قاف
بے سر تھے پڑے حرفوں کے مضمون کی صفیں صاف

تھم تھم کے لپٹ جاتے تھے خونریز خیالات
رگ رگ سے کے چمٹ جاتے تھے خونریز خیالات
رہ رہ کے چپٹ جاتے تھے خونریز خیالات
دم لے لے کے پٹ جاتے تھے خونریز خیالات
کھنچے جو نکالے ہوئے وہ سانپ لہو تھے
یہ خوف ہوا سب کو کہ موتھ ڈھانپ لہو تھے

لڑتے تھے مستان سخن میں کھڑی دو شمشیر
اس عزم و بالجزم سے ہوتی تھی الٹ پھیر
ہر پنجہ زبردست پلٹ کر کے بنا تیر
دندان مقدد سے پس و پیش لگی ڈھیر
وہ ضرب چلی کہ نفی اثبات سے کٹے تھے
بے سر تھے سخن نقش مضامین کے بٹے تھے

چہرے سے تھے ظاہر غضب و غیظ کے آثار
تکتے تھے وہ موتھ کو نظر تیز سے ہر بار
ناگاہ یہ ہوا غل کہ خبردار خبردار
بالائے فلک سے پہنچ گئے احمد مختار
دیکھو تو کہ خورشید مقام قمر آیا
حیرت یہ ہوئی رات تھی پر دن نظر آیا

فرزند پدر سے ملا اور نور نبی سے
دلبند ملا سینے سے اور لخت جگر سے

وہ صادق الاخبار ملا پیک اجل سے | آدم ہیں نتعجل گریشہ جن و بشر ہی
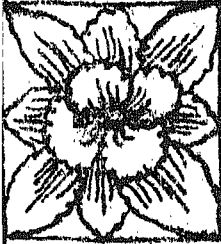
یہ نور نظر راحت جان فخر سلف ہے
آدم کا ہے سرتاج تو حوا کا شرف ہے
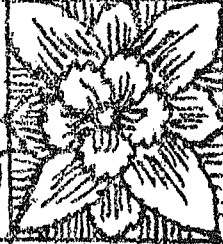
دو بیٹے آدم کے جب ہوا اس نمودار | جاتے تھے سپید ایک اور ایک سیہ کار
ہمراہ ایک کی جاتی تھی در جنت گلزار | اور ایک سیہ کار کو لے جاتی تھی لنا

دنیا میں جو پوچھو تو مہلت ہے اجل کی
پوری جو ہوئی یہ تو ہے پاداش عمل کی
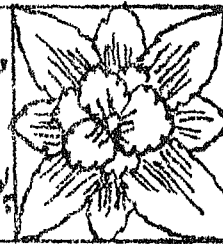
جو چاہے کرے چند نفس کی ہے مہلت | نیکی یا بدی ظلم و ستم خلق و مروت
خاطر و مدارات عداوت و خصومت | یا زجر و اہانت و تکبر یا اعانت
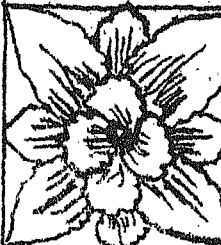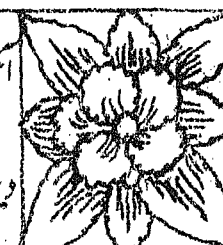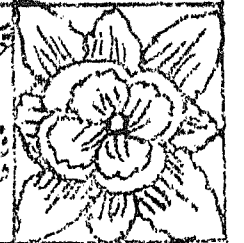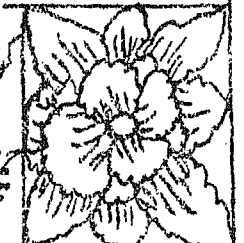
آخر یہ عمل ساتھ ہے اچھا یا برا ہو
دینا ترے پاس ہے کھوٹا یا کھرا ہو

ہر پر آشوب رہ و رسم زمن ہے | ہر شکل خزاں دیدہ ہو وہ غنچہ چمن ہے
جو قامت تو خمیدہ ہے وہ پیر کہن ہے | تصویر اس کا اگر گور تو ملبوس کفن ہے

جو طبل و علم رکھتے تھے بے نام و نشان ہیں
احباب جو کل بستے تھے وہ آج کہاں ہیں

یہ حرباصفت رنگ بدلتا ہے ہر اک آن
ہوتی تھی جہاں بزمِ طرب وہ ہیں سنسان

کھنڈر پڑے ہیں وہ جہاں بستے تھے انسان
جو زینتِ عالم تھے مکان اب وہ ہیں ویران

اڑتی ہے وہاں خاک جہاں طبل و علم تھا
مسکن ہیں درندوں کے جہاں جاہ و حشم تھا

مصدرِ نفس جب کہ ہوا دار فنا ہیں
خواہش کا تقاضا ہے کہ رہ فکر غنا ہیں

ممزوج عناصر ہیں ارض و سما ہیں
تاکید اجل کی کہ تو ہے دستِ قضا ہیں

خواہش کی یہ ترغیب ہے کر شکر تو زر کی
کہتی ہے قضا آکے پناہ مانگیو کے

کیا قدرتِ خالق کا عجائب ہے تماشا
غافل تجھے جہاں تو ہے چند نفس کا

ہر شخص کو دیتی ہے صدا موت ادھر آ
جو آج گھر رہے ہیں انہی کل گور میں ہوگا

تری جو اتار سب ہیں وہی مٹی کریں گے

رفتار زمانے پہ کرین آپ ذرا غور | یکسان نہین رہتا ہے زمانیکا سدا دور
اسکے ہین نئے رنگ نئے ڈھنگ نئے طور | کل کچھ تھا تو کچھ آج ہی کل ہوویگا کچھ اور

ڈھونڈو جو قدیمون ہین سے اب کوئی نہ ہونگے
وہ آج نہین ہین چلو کل ہم بھی نہ ہونگے
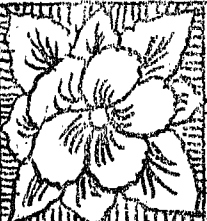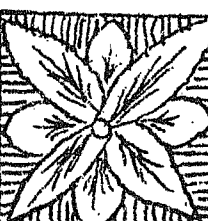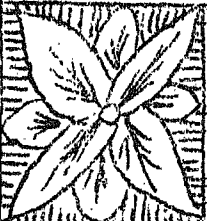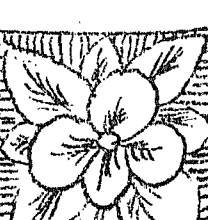
کرتا ہے سفر یان سے یکے بعد دیگر | مرتا ہے پدر کل تو پسر آج برادر
روتا ہے کوئی خون کہین خاک ہے بر سر | کس طرح سے بے خوف ہین ہم اللہ اکبر

مرتا ہے مرے حرص و ہوا کم نہین کرتے
لمحے سے زیادہ کبھی ہم غم نہین کرتے

ہم کرتے ہین مرنے کا جوان مرگ کے ماتم | اتنا بھی سمجھتے نہین وہ آج تو کل ہم
سامان اجل اپنا بھی ہوتا ہے فراہم | ہمدم جو چلے آج نکل جائیگا کل دم

کچھ خوف و خطر موت سے واللہ نہین کرتے
ہم دست طمع کو کبھی کوتاہ نہین کرتے

آتی ہے صدا گور سے تخت نشین ہے | کہتی ہے تمنا کہ ستہ تاج و نگین ہے

حسرت کا بیان ہی کہ وہ اب زیر زمین ہی | کہتی ہے قضا ہان تھا مگر اب نہین ہے

حاکم جو قضا کے تھے وہ ہین پلے قضا کے
بگڑی ہوئی صورت ہی طلپا پنچون قضا کے

ہنستی ہین جو آئی تو ہوے چاند اجالا | تھے تو نظر باپ کے اور بانکا نظارا
کھا کھا کے پلی لال پہ سونے کا نوالا | بیچین ہوئے پہ تو ہوا گہنہ دوبالا

ہان آنکھین بچھاتی تھی جو چلتے تھی اکڑ کے
اب گور مین لائی ہے انہین موت پکڑ کے

کرتی تھی دعا مان پہ شب تسمیہ خوانے | سرسبز رہے لال کا ہو باغ جوانے
اک چاند سے دولہن کو بیاہ لائی پیا تی | اس دن کے لئے منتین کیا کیا نہین مانی

اس لالی کی دنیا مین سدا جلوہ گری رکھ
مین کوک جلی ہون تو مری گود بہری رکھ

الحمد للہ کہ تر و تازہ ہے گلزار | الشکر کہ شاد اب ہوا چہرۂ گلنار
الفضل کہ سرسبز ہوا سبزۂ رخسار | حسنت لولی نخل جوانی ہوا پربار

بر وہ ان چڑھا لال کیا فضل خدا نے
بر لایا تمنائے دلی نخل دعا نے

سلطان سلاطین ہے اور مالک اقلیم
زیبندۂ اورنگ ہے اور زینت دیہیم
ہے مرجع خلق اللہ ہے اور قابل تسلیم
ذی عزت و توقیر ہے اور واجب تعظیم

کیا غم ہو کہ دولت مین ہے قارون کی ہمسر
حشمت مین سلیمان ہے تو شوکت مین سکندر

اسباب طرب عیش و نشاط انکے لئے تھا
نغمہ و دف چنگ و رباط انکے لئے تھا
پیراہن بہجت و لباط انکے لئے تھا
ہر موسم و ماہ شباط انکے لئے تھا

ہر جشن خوشی عشرت جمشید ہوا تھا
ہر رات شب قدر تھی دن عید ہوا تھا

تھی بزم نشاط آرا جوان مہوش و گلفام
سرشار تھی مست تو شیدائے دلارام
شوریدہ سر آوارہ و آرفتہ و بدنام
جز بادہ پرستی کے نہین انکو کوئی کام

ہر سر مین خوشی تھی ہر اک ان نہاد مدہوش
حاضر کی یہ حالت تھی کہ غائب تھی فراموش

جز بادہ کشی اون کو نہ تھا شغل کوئی اور — کرتے تھے مئے ناب کا اسباب یہان دور
خدمت نہ اونہین آج کا فردا پہ نہ کچھ غور — مجنون کی سی حالت تھی تو دیوانون کی تھی طور

جس دوش پہ شیطان ہو اوسے گوش نہین ہے
کیا پند سنے وہ کہ جسے ہوش نہین ہے

کہتا تھا نصیحت کی اگر کوئی نمکخوار — ہو جاتے تھے اوس یار کی صورت سے بھی بیزار
ہوتا تھا وہ زندان عقوبت مین گرفتار — محبوس حرم ہوتے تھے لٹ جاتا تھا گہر بار

سب ہین زن و فرزند مسلسل بہ سلاسل
اک بات کہی کیا کہ قیامت ہوئی نازل

اوس ناصح مشفق کی فضیحت کی سراسر — محبوس ہوئے سب زن و فرزند و برادر
بے پرسش احوال ہوے قتل وہ یکسر — اس جرم مین ڈہیلا نہ رہا گہر کی جگہ پر

اوس تلخ نصیحت سے غضب گہیر لیا تھا
کج فہم نے اوس جا پہ ہل پہیر دیا تھا

مشغول رہا کرتے تھے عیش و طرب مین — پڑہتا تھا قدم روز وہ حرص و طلب مین

ناگاہ گرفتار ہوئے قہر و غضب مین | دا اژدون ہوا بخت بچھنسے جانبِ قلب مین

غفلت مین اجل آگہڑی از خود ہوئی رفت
لے آئی بقا تا بہ فنا دست گرفت
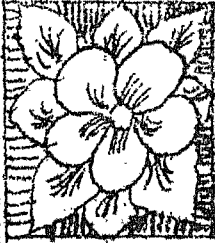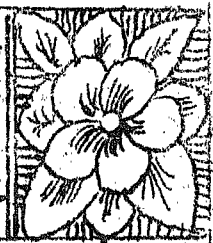
ناگاہ قضا آکے ہوئی انکی گلو گیر | تدبیر و علاج اور دوالینے کی تاثیر
تشخیص حیاتک کی الٹی ہوئی تدبیر | پُر خشم و غضب تھے اتو قسمت کی تقدیر

وہ شوکت و حشمت ہے کہان آج او بد خو
کان ہین جو گراتے تھے پسینہ پہ لہو کو
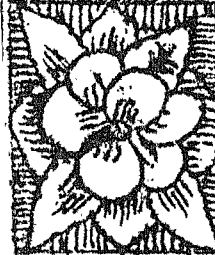
وہ جاہ و حشم افسر و لشکر ہی کہان آج | وہ تاج و نگین خلعت پُر زر ہی کہان آج
وہ ملک کدہر ہین وہ مظفر ہی کہان آج | کیا ہوگئی وہ زینت سرور ہی کہان آج

کُل مالک اقلیم تھا اور شاہ زمن کا
صد حیف کہ وہ آج ہی محتاج کفن کا

بس عالم تمثال ہے اب لکھ چکا امثال | دکھلا دیا اس دہر پُر آشوب کی سب چال
بس عالم تمثال مین مین بن گیا تمثال۔ | اللہ کرے خیر کہ ابتر ہے مرا حال
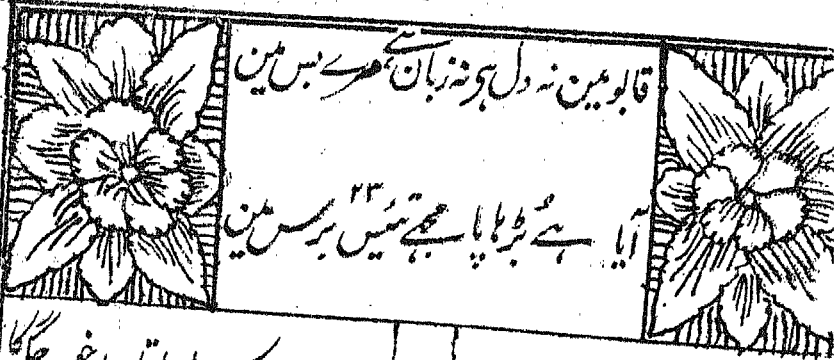
قابو میں نہ دل ہے نہ زبان ہے مرے بس میں
آیا ہے بڑھاپا مجھے تئیس برس میں ۲۳

اندام میں رعشہ ہے لرزتا ہے سر اپنا
ڈھل ڈھل کے بہا جاتا ہے اب خون جگر کا

منہ بالا ہو سر گالا ذرا دیکھو تماشا
اکسان مجھے آیا ہے جوانی و بڑھاپا

اب شمسہ کچھ جینے کے آثار نہیں ہیں
ظاہر ہے کہ یہ بچنے کے اطوار نہیں ہیں

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب طبع کیگئی مطبع عزیز دکن کی ہے لہذا مہر مطبع ثبت کیگئی ۔

الحمد للہ والمنہ درین ایام فرخندہ فرجام کتاب لاجواب از تصنیف منیف طوطی شکرستان بلاغت و عندلیب گلستان فصاحت اعنی جناب معلی القاب مولوی شفقت حسین عرف ابو المحاسن متخلص شمسی ادام اللہ فیضہ مسمی بریاض شمسی از اہتمام خادم العلما ناچیز جہان محمد علیخان ۔ در مطبع عزیز دکن واقع چھتہ نواب مختار الملک مرحوم مطبوع گردید ۔

اطلاع کوئی صاحب بغیر اجازت مصنف کے قصد چھاپنے یا چھپوانے کا نفرماوین